مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

احکام و مسائل

قسط (۲) آخری

# قرض، رہن۔ دیوالیہ

بعض دفعہ مقروض آدمی کسی ناگہانی آفت یا خسارہ کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتا کہ وہ آئندہ کسی وقت بھی اپنے قرضخواہوں کی ادائیگی کر سکے۔ اسے شرعی اصطلاح میں مفلس اور ہماری زبان میں دیوالیہ کہتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی ارشاداتِ نبوی ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ "عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ایما رجل افلس فادرک رجل مالہ بعینہ فھو احق بہ من غیرہ" (متفق علیہ)

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص مفلس ہو جائے اور کوئی آدمی اپنا مال بعینہٖ اس کے پاس پالے تو وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے" (بخاری و مسلم)

دیوالیہ آدمی کا مال قرضخواہوں میں قرضہ کی نسبت سے تقسیم ہو گا:

۱۔ "عن ابی سعید قال اصیب رجل فی عھد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی ثمار ابتاعھا فکثر دینہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تصدقوا علیہ فتصدق الناس علیہ فلم یبلغ ذالک وفاء دینہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لغرمائہ خذوا ما وجدتم ولیس لکم الا ذالک" (رواہ مسلم)

"حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے پھل خریدا جسے نقصان پہنچ گیا اور اس کا قرضہ بہت بڑھ گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا اس پر صدقہ کرو۔ لوگوں نے صدقہ کیا، پھر بھی اتنی رقم نہ ہو سکی جو قرضے پورے کر سکے۔ آپؐ نے قرضخواہوں سے فرمایا "جو کچھ نسبت کے ساتھ تمہیں ملتا ہے، لے لو اور تمہارے لئے یہی کچھ ہے" (مسلم)

یعنی اگر ایک آدمی کا قرضہ اس کے اثاثہ سے تین گنا ہے تو ہر ایک قرضخواہ جس کا مال بھی اس کے پاس بعینہ موجود ہے تو وہ قرضخواہ اپنا مال لے لے گا باقی قرضخواہ لبقایا اثاثہ کو نسبت سے تقسیم کریں گے اور آئندہ بھی کچھ توقع نہ رکھنی چاہیئے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ زید نے بکر سے ایک بھینس ۲۰۰/- روپے میں ادھار لی۔ زید دیوالیہ ہو گیا ہے۔ اس کا مجموعی قرضہ ۱۵۰۰/- ہو گیا اور اس کا کل اثاثہ اس بھینس سمیت صرف ۵۰۰/- روپے ہے۔ اصولاً تو اب ہر قرضخواہ کو تیسرا حصہ ملنا چاہیئے۔ مگر بکر واپس جا کر اپنی بھینس واپس لے سکتا ہے۔ اب بقایا قرضہ ۱۳۰۰/- رہ گیا اور اس کا اثاثہ باقی ۳۰۰/- ۔ تو اب یہ اسی نسبت سے قرضخواہوں میں تقسیم ہو گا۔

دوسری چیز جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مفلس آدمی صدقات وخیرات کا حقدار رہوتا ہے۔ لہٰذا عام مسلمانوں کو اس کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ "وعن عبد الرحمٰن بن کعب بن مالك قال: كان معاذ بن جبل شابا سخيا وكان لا يمسك شيئا فلم يزل يدان حتى اغرق ماله كله في الدين فاتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فكلمه ليكلم غرماءه - فلو تركوا لاحد لتركوا لمعاذ لاجل رسول الله صلى الله عليه وسلم فباع رسول الله صلى الله عليه وسلم لهم ماله حتى قام معاذ بغير شيء" (رواه سعيد في سننه مرسلاً)

"عبد الرحمٰنؓ بن کعب بن مالک سے مروی ہے کہ حضرت معاذؓ بن جبل ایک سخی جوان تھے کوئی چیز ان کے پاس نہ ٹھہرتی اور وہ ہمیشہ مقروض رہتے۔ یہاں تک کہ اپنا سارا مال قرض میں ڈبو دیا۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ میرے قرضخواہوں سے بات کریں کہ قرضخواہ اگر کچھ چھوڑنے والے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر حضرت معاذؓ کو ضرور چھوڑ دیتے۔ مگر وہ اس بات پر آمادہ نہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کا سارا سامان بیچ کر قرضخواہوں کو کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا اور حضرت معاذؓ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا۔"

حدیث بالا سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:

۱۔ قرضہ لینا ایک مذموم فعل ہے۔ خواہ قرض لیکر صدقہ ہی کیوں نہ کیا جائے لہٰذا حتی الوسع قرض سے اجتناب ہی بہتر ہے۔

۲۔ انسان کے پاس خواہ کچھ بھی نہ بچے، تب بھی قرض ادا کرنا مقدم ہے۔

۳ - ایک دوسری حدیث میں یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کے قرضخواہوں سے بات چیت کر لی تو پھر حضرت معاذؓ کو ان کے اثاثہ میں کسی طرح کا تصرف کرنے سے آپؐ نے منع فرمایا۔ پھر سب کچھ بیچ کر قرضخواہوں کی ادائیگی کر دی۔

(۴) "عن کعب بن مالک عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجر علیٰ معاذ مالہ دباعہ فی دین کان علیہ" (رواہ الدارقطنی وصححہ الحاکم واخرجہ ابوداؤد مرسلا)

"کعب بن مالکؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا تھا اور وہ مال ان کے قرض کی ادائیگی کے لئے فروخت کیا گیا۔"

جب کوئی شخص دیوالیہ ہو جائے تو پھر وہ مال جو اس کے پاس موجود ہے، اس کا نہیں رہتا۔ لہٰذا اس کو خورد برد کرنے یا اس میں تصرف کا اختیار اسے نہیں رہتا ورنہ یہ امانت میں خیانت متصور ہوگی۔

تصرف سے روکنے کے عمل کو عربی میں حجر اور ہماری زبان میں قرقی کرنا کہتے ہیں۔ یہ حق حکومت، عدالت یا پنچایت کو ہوتا ہے (جیسی بھی صورت ہو) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کام اولی الامر کی حیثیت سے کیا تھا۔

# عاریت، امانت ضمانت

تجارت اور روزمرہ کے لین دین میں کبھی کچھ عاریتاً لینا پڑتا ہے، کبھی کسی کے پاس کچھ امانت رکھنا پڑتی ہے یا کسی کی امانت خود سنبھالنا پڑتی ہے اور کبھی کسی کی ضمانت کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ لہٰذا ان کے متعلق بھی واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔

**عاریت:**

اگر کوئی مسلمان بھائی کوئی چیز عاریۃً طلب کرے تو اسے ضرور دینا چاہیئے۔ یہ ایثار نہیں بلکہ مانگی ہوئی چیز نہ دینا گناہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ" (۱۰۷/۷)

"ان نماز پڑھنے والوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ یہ لوگ دکھلاوا کرتے ہیں اور مانگی ہوئی چیز بھی نہیں دیتے۔"

مانگی ہوئی چیز مانگنے والے کے پاس بطور ضمانت ہوتی ہے جس کو واپس کرنا اس پہ لازم ہے۔ اور وہ اس کے نقصان کا (بطور ضمانت) ذمہ وار ہوتا ہے۔ ارشادِ نبوی ملاحظہ ہو:

۱۔ عن سمرۃ بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ" (رواہ احمد والاربعۃ وصحہ الحاکم)

"حضرت سمرہؓ بن جندب سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، جس ہاتھ نے جو کچھ لیا ہو، اس کو اس کا ادا کرنا واجب ہے۔" (احمد، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے)

۲۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے ہاں قیام پذیر تھے۔ کسی دوسری بیوی نے کھانے کی رکابی بھیجی تو اس بیوی نے (جس کے ہاں آپؐ مقیم تھے) خادم کے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔ رکابی گر گئی اور ٹوٹ گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکابی کے ٹکڑے اور وہ کھانا جو اس میں تھا جمع کرنے لگے اور فرمایا "تمہاری ماں کو غیرت آ گئی" (بوجہ رقابت) پھر خادم کو ٹھہرایا اور اس بیوی سے (جس کے ہاں رکابی ٹوٹی تھی) ایک دوسری سالم رکابی لے کر اس بیوی کے ہاں بھجوا دی جس نے بھیجی تھی اور یہ ٹوٹی ہوئی رکابی اسی گھر میں رکھ لی جہاں ٹوٹی تھی۔[1] (بخاری)

عاریۃً چیز بطور امانت بھی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ یہ معاملہ پہلے سے طے ہو جائے۔ اس میں نقصان کی صورت میں اصل بار مالک پہ ہوتا ہے۔

## امانت:

امانت عند الطلب واجب الادا ہوتی ہے۔ یہ استعمال نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر نقدی کی شکل میں ہو تو اس صورت میں استعمال کرے کہ عند الطلب فوری ادائیگی کر سکے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ تاہم احتیاط یہی ہے کہ استعمال نہ کی جائے —— امانت میں کسی طرح کی بھی خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ"

کہ جو شخص امین بنایا گیا ہے، اسے امانت ادا کرنی چاہیئے اور اللہ سے جو اس کا رب ہے، ڈرتا

---

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عاریۃً لی ہوئی چیز کا نقصان ہو جائے تو مالک کو نئی چیز لے کر دینا پڑتی ہے اور اگر ادا نہ کی جائے تو مالک اس کا تقاضا کرنے کا حقدار ہے۔

رہے (یعنی اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کرے)

اور ارشاد نبوی ہے:

"لا ایمان لمن لا امانۃ لہ"

کہ "جس میں امانت نہیں، اس میں ایمان بھی نہیں"

لہٰذا امانت کے متعلق پوری احتیاط لازم ہے۔ اگر امانت میں امین کے ہاں کچھ نقصان ہو جائے، وہ چیز گم ہو جائے یا چوری ہو جائے یا کسی اور صورت میں ضائع ہو جائے (جس میں امین کے اختیار کو کچھ دخل نہ ہو) تو اس کا بار امین پر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اصل مالک کا ہی نقصان ہوگا۔ ارشاد نبوی ہے:

"عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اُودِعَ وَدیعۃ فلیس علیہ ضمان" (ابن ماجۃ)

"عمرو بن شعیب اپنے باپ سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس امانت رکھی جاتی ہے وہ ضامن نہیں ہوتا"

البتہ اگر امین اس امونہ چیز کو کسی وقت بھی ذاتی استعمال میں لا چکا ہو تو پھر وہ اس کے نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔

## ضمانت:

جب دو شخصوں کے درمیان لین دین کا معاملہ ہو اور لینے والے یا حقدار کو دینے والے پر اعتبار نہ ہو تو ضمانت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ درمیان میں تیسرا آدمی جو حقدار کو حق دلوانے کی ضمانت اٹھاتا ہے وہ ضامن کہلاتا ہے۔ اگر وہ حق دار کو حق نہ دلوا سکے تو لینے والے کے حق کی ادائیگی کی ذمہ داری ضامن پر آپڑتی ہے۔ جو بہر صورت اسے ادا کرنا ہوگی خواہ لوگوں سے مانگ کر کرے۔

"عن ابی امامۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول العاریۃ مؤداۃ والمنحۃ مردودۃ والدین مقضی والزعیم غارم" (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا، آپؐ فرماتے تھے "مانگی ہوئی چیز قابلِ واپسی ہے، شیر دار جانور بھی قابلِ واپسی ہے، قرضہ کی ادائیگی ضروری ہے اور ضامن کو تاوان ادا کرنا ہوگا"

"وعن قبیصۃ بن مخارق قال، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان المسئلۃ لاتحل الا لاحد ثلاثۃ: رجل تُحَمَّلَ حمالۃ فحلّت لہ المسئلۃ حتی یصیبھا ثم

یمسک ـــــــــ ورجل اصابته جائحة اجتاحت مالہ فحلت لہ المسئلة حتیٰ یصیب قواما من عیش۔

ورجل اصابتہ فاقة حتیٰ یقول ثلاثة من ذوی الحجی من قومہ لقد اصابت فلانًا فاقة فحلت لہ المسئلة ۔" (رواہ مسلم)

"قبیصہ بن مخارق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تین شخصوں کے علاوہ کسی اور کو سوال کرنا (مانگنا) جائز نہیں ہے۔

۱۔ وہ شخص جس پر بوجھ پڑگیا (ضمانت یا قرضے کا) اور وہ اس کی ادائیگی سے معذور ہے، وہ مانگ لے تا آنکہ اس کی رقم پوری ہو جائے پھر رک جائے۔

۲۔ وہ شخص کہ کسی ناگہانی آفت سے اس کا مال (یا کھیتی) ضائع ہو گیا اور وہ محتاج ہو گیا، وہ اس حد تک سوال کر سکتا ہے کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔

۳۔ وہ فاقہ زدہ آدمی جس کے متعلق اس کی قوم کے تین معتبر آدمی اس کی فاقہ زدگی پر گواہی دے دیں تو اس کیلئے سوال کرنا جائز ہے۔

لہٰذا ضمانت کا بار سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیئے کہ آیا واقعی اس میں حقدار کا حق دلوانے کی طاقت ہے یا بصورت دیگر وہ خود یہ بار اٹھا سکتا ہے! ـــــ اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت اس کے بس کا روگ نہ ہو تو اسے ضمانت دینے سے پرہیز لازم ہے۔

---

بقیہ "اقلیت اور اکثریت کا مقابلہ"

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظلم ہو سکتا ہے: اسلام کا قانون صرف اس بنا پر مسترد کر دیا گیا کہ اس کے خلاف ہاتھ اٹھانے والے جاہلوں کی تعداد زیادہ تھی! جہاں حق وصداقت کا معیار یہ ہو، وہاں سے کسی بھلائی اور خیر کی توقع عبث ہے۔ پس ملک وملت کی فلاح اسی میں ہے کہ یہاں حق وصداقت کا معیار کتاب وسنت کو ٹھہرایا جائے، انہی کی بنا پر فیصلے ہوں اور انہی کا قانون پورے ملک میں نافذ ہو، صرف اسی صورت میں پاکستان ایک اسلامی مملکت بن سکتا ہے اور اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے!